

سیرت امام الانبیاء

اس دنیائے فانی کا مرکز مکتہ المکرمہ ہے جس کی جانب آج نہ صرف ایک مسلمان بلکہ دنیا میں ہر بسنے والے کی ایک تمنا ہے کہ میں مکتہ المکرمہ کو اپنی زندگی میں ایک بار ضرور دیکھ لوں، حالانکہ دنیاوی اعتبار سے مکہ ایک پہاڑی ہے جہاں نہ سرسبز و شاداب باغات ہیں نہ چشمہ اور نہریں ہیں نہ حکومت کا دارالسلطنت ہے مگر اس سب کے باوجود ہر آدمی کی ایک آرزو ہے ایک تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے ایک بار ضرور دیکھ لوں، دنیا کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحر ہند ہے، مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ میں جس ہستی کے ستودہ صفات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر سا تعارف اس جگہ کا اس وقت کے حالات اور اخلاق کے اعتبار سے کر دوں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت

فارس کا اور شمالی اقطاع پر روم کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا اندرون ملک بزمِ خود آزا تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے سعی تھی۔ اندرون ملک کے اندر لوگوں میں خود مختاری سے خود سری پیدا ہو گئی تھی۔ اپنی بہادری اور شجاعت کا نشانہ ان کے دشمن نہیں بلکہ خود ان کے بھائی ہوا کرتے تھے بے کاری اور کابلی نے ان کو جو اور شراب کا عادی بنا دیا تھا زبانی اعتبار سے گرچہ ان کی اپنی ایک مثال تھی مگر اس فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خود ستائی اور دوسروں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنی اس زبان کو فحش اور معشو قافوں کی تشبیر میں لگایا کرتے تھے۔ ان کا کوئی حاکم نہ تھا جس سے وہ ایک الگ تھلک رہنے والی قوم بن گئی تھی اور اس الگ تھلک رہنے نے ان کو ادا بنانے کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی اور شرافت کا اعلان کرنے والے بڑے فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے لگے۔ جہالت کی بنا پر بت پرستی ان میں رائج ہو گئی، اور آگے بڑھ کر اس بت پرستی نے ان کو توہم پرست بنادیا، کائنات کی ہر چیز شجر و حجر شمس و قمر و بحر و برساپ سام حیوانات کو اپنا معبود بنانا شروع کیا، خدا کو بھول جانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی ذات کو بھی بھول گئے اپنی قدر و قیمت ان کے دل و دماغ سے محو ہوتی گئی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے بے خبر ہو کر قتل و غارتگری لوٹ کھسوٹ رہزنی، جس بے جا، مداخلت بے جا، ان کی

زندگی کا عام شیواہ بن گیا تھا، اپنے کو بہادر دوسروں کو بزدل کہنا خود کو زبان دراز اور دوسروں کو گونگے کہا کرتے تھے۔ عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے اپنے مذہب پر عمل کرنے کے بجائے مذہب کو بگاڑ دیا۔ اگر موسیٰ عیسیٰ شعیب صالح علیہم السلام کو ان کو دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ عام عیسائی حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ مانتے ہیں، مگر عرب کے عیسائی حضرت مریم کو خدا کی جوڑا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے، اور بت پرست لات و عزرائیل کو خدا کا مونث بتایا کرتے تھے یہودی حضرت عزرائیل کو تورت از بر یاد ہونے کی وجہ سے ابن اللہ کہا کرتے تھے مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے تمام مرد و زن کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ عرب کے آتش پرست اپنی حقیقی والدہ کے علاوہ اپنے باپ کی دیگر تمام جوڑوں کو اپنی لونڈیاں بنالیا کرتے تھے اقوام عرب میں اکثر ان لوگوں کی تعداد ان کی تھی جو پڑھنے لکھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری، تمدن سے ناواقف، مصالحت اور معافی سے نا آشنا تھے۔ عرب کے اندر طحار اور دہریہ بھی آباد تھے جو موت و حیات کو اتفاقی موسوم کیا کرتے تھے اور ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے، خدا کی ہستی کا اقرار، جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مرتب ہونا ان کے نزدیک قابلِ تسخر تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب ان تمام برائیوں اور مذاہب باطلہ اور ان شیطانی تخیلات کا مجموعہ تھا۔ اگر ہم عرب کے کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ ہر دو جانب سے خشکی و تری کے راستوں سے دونوں کو ایک کر رہا ہے اس لئے ایسی جگہ پر تمام جہالت کا پہونچ جانا اور سب کے سب کا بگڑ جانا بخوبی ذہین نشین ہوتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرتے ہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے، خصوصاً اس زمانہ پر نظر کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آوازاں براعظموں میں جلدی پہونچ جانے کے ذرائع بھی بخوبی موجود تھے۔ کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھا جائے تو جنوب میں زیادہ سے زیادہ (۴۰) درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ (۸۰)

درجے تک آبادی ہے دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) درجہ اور نصف (۶۰) ہوتا ہے جب ساٹھ ۶۰ درجہ کو اسی ۸۰ درجہ شمال سے تفریق کیا جائے تب بیس ۲۰ رہ جاتے ہیں اور جب ساٹھ ۶۰ میں سے چالیس ۴۰ درجہ جنوب کو تفریق کریں تب بھی بیس درجہ شمال رہ جاتا ہے اور مکہ معظمہ ۲۱/۱۲ درجہ پر آباد ہے اس لئے کل ارض میں یہ وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ لغات کی کتابوں میں مکہ کا نام ناف زمین ہے اور ناف یک دم بیچ میں نہیں بلکہ قریب درمیان ہے۔ اس کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنی کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامانٹ، اور ریڈ انڈیز ہیں اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچنا ناظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ پس قرآن پاک کی اس آیت (ہم نے تم کو درمیان امت بنایا تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳) کے جہاں اور مطالب نکل سکتے ہیں وہاں اس کا ایک مطلب یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دنیاوی اعتبار سے بھی آپ وسط میں ہوتا کہ دین یورے عالم میں

پس اس تمام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو اسی لئے عرب میں پیدا کیا تاکہ وہ بتدریج اقوام عالم میں ہدایت کا یہ پیغام پہنچا سکیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا نسب تین حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک حصہ جس پر اصحاب سیر کا اتفاق ہے، دوسرے دو میں اختلاف پایا جاتا ہے قارئین کی معلومات کے لئے میں تینوں کو تحریری کرتا ہوں پہلا حصہ..... محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان..... یہاں تک تمام اصحاب سیر کا اتفاق ہے،،،،، یہاں سے دوسرا حصہ عدنان بن اود بن ہمس بن سلام بن عوض بن یوز بن قحط بن اُبی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماضی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعان بن حمدان بن سمر بن یثرب بن مخزوم بن یحکم بن اریعی بن عیض بن ذیشان بن عمیر بن اُفتاد بن ایہام بن مقصر بن ناحش بن زارح بن سبی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم

۔۔۔ یہاں پر دوسرا حصہ مکمل ہوا..... اب تیسرا حصہ..... ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن راعوب بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ انہی کے بارے میں ہے کہ حضرت ادریس کا یہ نام ہے بن یرد بن مہلیل بن قینان بن آنوشہ بن شیش بن آدم علیہ السلام۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے جد امجد میں ایک ہاشم بن عبد مناف ہیں جن کی نسبت آپ کا خاندان ہاشمی نام سے معروف ہے۔ ہاشم کی اولاد حجاج کرام کے لئے پانی اور دیگر چیزوں کا انتظام کیا کرتی تھی اس لئے ان کا نام سقاییہ بھی ہے وہ روٹیاں توڑ کر شوربے میں ڈال کر کرتے تھے اس لئے ان کا نام ہاشم پڑ گیا ان کا اصل نام عمرو تھا عمر و تجارت کی غرض سے ملک شام جارہے تھے راستے میں مدینہ پڑتا تھا وہاں پر رکے اور قبیلہ بنی نجار کی ایک خاتون سہلی نامی سے شادی کر لی۔ کچھ دن وہیں ٹھہرے اس کے بعد اپنی بیوی سہلی کو حالت حمل میں چھوڑ کر آگے ملک شام چلے گئے اور فلسطین میں جا کر غزہ شہر میں انتقال کر گئے۔ ادھر سہلی کے لطن سے ایک بچہ پیدا ہوا، پیدائشی اس بچے کے سر کے اگلے بال سفید تھے اس لئے ان کی ماں نے ان کا نام شیبہ رکھا آگے چل کر یہی عبد المطلب ہوئے یہ سن 497ء کی بات ہے عرصہ دراز تک ہاشم خاندان کے کسی فرد کو ان کا کوئی علم نہ ہوا، ہاشم کے کل چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ اسد، ابوصفی، فضلہ، عبد المطلب، شفاء، خالدہ، ضعیفہ، رقیہ، جنتہ۔

عبد المطلب جو کہ رسول خدا ﷺ کے دادا کہلاتے ہیں بیت اللہ کے تعلق سے ان کے ساتھ دو اہم واقعات پیش آئے، ایک چاہیے زم زم دوسرا واقعہ فیل چاہیے زم زم کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ انہیں زم زم کے کھودنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور خواب ہی میں ان کو اس کی جگہ بھی بتادی گی چنانچہ بیدار ہونے کے بعد انہوں نے اس کی کھدائی کا کام شروع کیا اور رفتہ رفتہ وہ چیزیں برآمد ہونی شروع ہوئیں جو بنو خزیمہ نے مکہ چھوڑتے وقت چاہیے زم زم میں دفن کیں تھیں، یعنی تلواریں زر ہیں اور سونے کے دونوں ہرن، جب زم زم نمودار ہونا شروع ہوا تو قریش نے عبد المطلب سے جگہ شروع کیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شریک کیا جائے مگر عبد المطلب نہ مانے جگہ اطول پکڑتا گیا یہاں تک کہ یہ مسئلہ بنو سعد کی ایک کاہنہ عورت کے پاس لے جانے کا فیصلہ ہوا مگر راستہ ہی میں قریش نے کچھ ایسی علامات دیکھیں جس سے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور کام عبد المطلب ہی کو کرنے پر تیار ہوئے اور راستہ ہی سے واپس لوٹ آئے اسی موقع پر عبد المطلب نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے دئے اور سب زندہ بھی رہے تو ان میں سے ایک کو اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ عبد المطلب نے کھدائی کے دوران نگلی ہوئی چیزیں خانہ کعبہ میں لگا دیں تلواروں سے کعبہ محترم کا دروازہ ڈھالا اور سونے کے دونوں ہرن بھی دروازے ہی میں فٹ کئے۔ دوسرا واقعہ واقعہ فیل کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابرہہ جو کہ نجاشی بادشاہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اس نے دیکھا کہ لوگ مکہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے جاتے ہیں اور اسی کاج بھی کرتے ہیں چنانچہ اس نے صنعاء میں ایک بہت بڑا کلیسا تعمیر کیا اور چاہا کہ لوگ بجائے عرب کے ادھر کا رخ کریں۔ جب اس کی خبر بنو کنانہ کے ایک آدمی کو ہوئی تو اس نے رات کو جا کر اس کے قبلہ پر پاخانہ کر دیا، جب اس کی اطلاع ابرہہ کو ہوئی تو سخت برہم ہوا اور ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کعبہ اللہ کو ڈھانے کے لئے چل پڑا اس لشکر کے اندر کل نو تیرہ ہاتھی تھے خود ابرہہ بھی ایک ہاتھی ہی پر سوار تھا جب یہ لشکر مکہ سے کچھ باہر منی اور مزدلفہ کے درمیان وادی محسر میں پہنچا تو اس کا ہاتھی بیٹھ گیا جب اس کا رخ کعبہ کے علاوہ کی طرف کیا جاتا تو وہ دوڑنے لگتا مگر جب کعبہ کی طرف کیا جاتا تو وہ بیٹھ جاتا اسی دوران اللہ نے چڑیوں کا ایک جھنڈ بھیجا جس نے لشکر پر ٹھیکرے دار پتھر برسائے وہ پتھر جس پر گرتا اس کو وہیں بھس کر دیتا۔ جڑ مار، اما بیل اور قمری جیسی تھیں ہر جڑ مار کے ماس، تین، تین کنکر مار تھیں، ایک جو بچ میں اور دو دو پنچوں، میں لشکر میں ایسی بھگدڑ مچ گئی کہ لوگ اک

دوسرے کو روندتے ہوئے گرتے گئے، اور ابرہہ پر ایک ایسی آفت پڑی کہ اس کی انگلیوں کے پورے جھڑ گئے اور صنعا پہنچتے پہنچتے چوزے جیسا ہو گیا سیدہ پھٹ گیا دل باہر نکل آیا اور مر گیا مکہ کے باشندے ابرہہ کے خوف سے مکہ چھوڑ کر باہر نکل گئے تھے مگر جب ابرہہ کی ہلاکت کی خبر سنی تو واپس لوٹ آئے۔ بیشتر اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش سے پچاس یا پچپن دن پہلے ماہ محرم میں پیش آیا ۵۷۰ء فروری کے اواخر یا مارچ کے اوائل میں، یہ واقعہ آناً فاناً حبشہ روم اور اس وقت کی متمدن دنیا کے بیشتر علاقوں میں پہنچ گئی اہل فارس نے نہایت تیزی کے ساتھ یمن پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ نیز اس واقعہ نے لوگوں کی نگاہیں بیت اللہ کی طرف کردی انہیں بیت اللہ کے شرف و عظمت کا کھلم کھلا ثبوت مل گیا تھا اور یہ بات لوگوں کے دلوں میں اس طرح بیٹھ گئی کہ اس گھر کو اللہ نے تقدیس کے لئے منتخب کیا۔ لہذا یہاں کی آبادی سے کسی انسان کا دعویٰ نبوت کے ساتھ اٹھنا اس واقعے کے تقاضے کے عین مطابق ہوگا اور اس خدائی حکمت کی تفسیر ہوگا۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں حارث، زبیر، ابوطالب، عبد اللہ، حمزہ، ابو

لہب، غیداق، مقوم، صفار، عباسؑ۔ عبدالمطلب کی چھ بیٹیاں تھیں۔ ام الکلیم، برہ، عاتکہ، صفیہ، اروی، اُمیمہ۔ عبدالمطلب کی اولاد میں سب سے زیادہ خوبصورت پاکدامن عبد اللہ تھے اور ذبیح اللہ کہلائے زم زم کی کھدائی کے وقت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر دس بیٹے ہوئے تو ایک کو راہ خدا میں قربان کر دوں گا چنانچہ جب قربانی کا وقت آ گیا تو قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا عبدالمطلب نے عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اور ہاتھ میں چھری لیکر خانہ کعبہ کی طرف چل دئے لیکن قریش اور خصوصاً عبد اللہ کے نہال آڑے آگئے عبدالمطلب نے کہا تب میں اپنی نذر کو کیسے پورا کروں۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ ایک عرفہ عورت کے پاس جاتے ہیں وہ جو فیصلہ بتاتی ہے وہ کیا جائے چنانچہ اس نے بتایا کہ عبد اللہ اور دس اونٹوں کے قرعہ اندازی کیجئے اگر قرعہ عبد اللہ کے نام نکلتا تو مزید دس اونٹوں کو بڑھا دینا اور ایسا ہی کرتے رہنا یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے پس عبدالمطلب واپس آئے اور قرعہ اندازی شروع کی دس دس کا اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی، عبدالمطلب نے ان سو اونٹوں کو ذبح کیا اور ہر انسان اور جانور کو مکمل اجازت تھی جو چاہے جتنا کھائے، اس سے پہلے اہل عرب ایک آدمی کی خون بہادیت دس اونٹ دیا کرتے تھے مگر آج سے ایک آدمی کی خون بہادیت سو اونٹ ہوگی، اور اسلام نے اس مقدار کو باقی رکھا حضرت نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں دو ذبیحوں کی اولاد ہوں ایک حضرت اسماعیل ذبیح اللہ اور دوسرے آپ کے والد محترم عبد اللہ۔ عبد اللہ کی شادی زہرہ بن کلاب کی بیٹی آمنہ سے ہوئی جو کہ نسب اور رتبہ کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھی کچھ دنوں بعد عبد اللہ کو ان کے والد محترم نے کھجور لانے کے لئے مدینہ بھیجا اور وہ وہیں انتقال کر گئے اس وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی جب آمنہ مکہ میں ان کے انتقال کی خبر ملی تو درد انگیز مرثیہ کہا جس کا ترجمہ یہ ہے ”بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگی، وہ بانگ و خروش کے درمیان اچھے لحد میں آسودہ خواب ہو گیا اسے موت نے اچھے پکار لگائی اور اس نے لبیک کہہ حیداب موت نے لوگوں میں ابن ہشام جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا کتنی حسرتیں تھیں وہ شام جب لوگ انہیں تختہ پہ اٹھائے لے جا رہے تھے لگے موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کر دیا ہے تو ان کے کردار کے نقوش نہیں مٹائے جا سکتے وہ بڑے طہذ اور رحم دل تھے“ عبد اللہ کا کلہ پتہ کہ یہ تھلچلچ اونٹ، بکریوں کا اچھے ریوڑ اچھے حبشی لوٹری، جن کھڑے تھے۔ مدد اور کنیت ام ایمن تھا۔ آپ کی ولادت سب سعادت سے کتنا پہلے آپ کے والد محترم دنیا سے چل بسے اس میں اہل سیر کا اختلاف ہے مگر اتنے حد تک طے ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد محترم دنیا کو الودع کہہ چکے تھے۔ پھر آپ کی ولادت سب سعادت پہنچی اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ ۹ ربیع الاول بعض کا کہنا ۸ ربیع الاول اور مشہور ہے ۱۲ ربیع الاول مگر اہل سیر کہنے دیجئے ۹ ربیع الاول والا قول خیدہ معتبر ہے ۹ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۲۲ اپریل ۵۷۰ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی صبح صادق کے وقت آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے جب یہ خبر سنی تو فوراً گھر آئے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ لے گئے دعا مانگی واپس آئے ساتویں دن عقیقہ کیا اہل قریش کو دعوت کھلائی، دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنے پوتے کا کیلزم رکھا تو عبدالمطلب نے بتلایا کہ محمد۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خا کران کے مروہد موم سے ہٹ کر ہیزم کیوں تجویز کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا یہ یعد دنیا بھر کی تعریف اور

کے مقابلے میں ہر بھیج حید کرتے تھے اسی دستور کے مطابق آنحضرت ﷺ کو بھی حضرت حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا جو حضرت نبی کریم ﷺ کو ہر چھ ماہ بعد ملاقات کے لئے مکہ لے آتی تھی، دو سال کے بعد جب آپ نے دودھ پکڑ چھوڑ دیا تو حلیمہ سعدیہ آپ کو مکہ واپس لے آئیں مگر آپ کی والدہ محترمہ اس خیال سے کہ آپ کھدہر کی آب و ہوا کافی موافق آرہی ہے کچھ دنوں کے لئے پھر واپس بھیج حید اسی درمیان جب کہ آپ حلیمہ سعدیہ کے گھر میں پیے ورثہ چد رہے تھے شق صدر کا پہلا واقعہ پیش ہوا اور ساری زکمرگی میں آپ کا سینہ مبارک چار مرتبہ چاک کیلے ہے آج پہلے مرتبہ ہو رہا ہے مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ بچوں کیساتھ تھے حضرت جبریل آئے آپ کو لعل دل مبارک نکالا زم زم سے دھو کر پھر اکمر رکھ دیا۔ اس واقعہ کو حلیمہ سعدیہ شاکر سمجھ نہ سکیں اور گھبرا کر حضرت نبی کریم ﷺ کو واپس ان کی والدہ کے پاس پہونچا دیا۔ آپ کی عمر مبارک چھٹے سال میں قدم رکھ چکی تھی کہ آپ کی والدہ نے مدینہ کے لئے رخت سفر باندھ لیا تاکہ آپ کے مرحوم والد کی قبر پر بھی جائے اور اپنے میکے سے بھی ہو آئے چنانچہ آپ اپنے یتیم بچے محمد ﷺ اپنی خادمہ ام ایمن اور اپنے سرپرست عبد المطلب کی معیت میں مکہ سے مدینہ کا سفر کیا قریب دو ماہ قیام کرنے کے بعد واپس مکہ کی طرف چل دیں ابتدائے سفر میں ہی مرض موت نے پکڑ لیا اور مقام ابواء میں پہنچ کر اس در یتیم کو راستے میں داغ مفارقت دے کر رخصت ہو گئیں، مقام ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے یہاں سے مکہ آپ ﷺ ام ایمن کیساتھ آئے جاری

مفتی محمد عنایت اللہ القاسمی امام و خطیب مرکزی جامع مسجد تالاب کھٹیکاں جموں